گیارھویں کیا ھے؟

ترتیب. خلیل احمد رانا

- گیارھویں صالحین کی نظر میں
- گیارھویں جائز ہے۔ مخالفین کا فتویٰ
- غیر اللہ کی طرف نسبت سے جانور حرام نہیں
- شاہ عبد العزیز دہلوی کی تالیفات میں تحریف
- ایصال ثواب کی چیز پر لفظ نذر و نیاز کا اطلا
- شیخ عبد القادر جیلانی کو غوثِ اعظم کہنا
- غیر صحابی کیلئے "رضی اللہ عنہ" کا استعمال

گیارھویں کیا ھے؟

ترتیب۔ خلیل احمد رانا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

مشکوۃ شریف کی حدیث ہے عاص بن وائل نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سوغلام آزاد کئے جائیں تو اُس کے بیٹے ھشام نے پچاس غلام آزاد کر دیئے، اس کے دوسرے بیٹے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ باقی پچاس غلام آزاد کردے، وہ کہتے ہیں یہاں تک کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میرے باپ نے سوغلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اور ھشام نے پچاس غلام آزاد کربھی دیئے ہیں اور باقی پچاس غلام رہتے ہیں، میں وہ آزاد کردوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"انه لو كان مسلم فاعتقتم عنه ا و صد قتم عنه او حججتم عنه بلغهٗ ذالك ۔ رواه ابو داؤد"

(مشکوٰۃ باب الوصایا، مطبوعہ ملتان، ص۲٦٦)

"اگر وہ مسلمان ہوتا تو پھر تم اُس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا اُس کی طرف سے کوئی صدقہ کرتے یا اُس کی طرف سے حج کرتے تو اُس کو ثواب (فائدہ) پہنچتا"۔

دوسری حدیث جس کے راوی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

كل معروفٍ صدقةٌ رواه امام احمد، امام ترمذی

(مشكوٰة باب فضل الصدقة، ص١٦٨)

''ہر کار خیر صدقہ ہے''

فرض، واجب کا ثواب ایصال نہیں ہوسکتا، صدقات نافلہ کا ثواب ایصال ہوسکتا ہے، اب حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سامنے رکھا جائے تو فوت شدگان کی دو قسمیں ہوگئیں، ایک قسم تو کافروں اور نام نہاد مسلمانوں کی اور دوسری قسم صحیح العقیدہ مسلمانوں کی، پہلی قسم کو ایصال ثواب کرنا بے کار اور فضول خرچی ہے اور اُن کے ورثاء کو اس فضول خرچی سے واقع ہی گریز کرنا چاہیئے اور وہ گریز کرتے بھی ہیں، جب کہ فوت شدگان کی دوسری قسم کو ہر قسم کے صدقات نافلہ کا ثواب پہنچ سکتا ہے اور اُن کے ورثاء بھی الحمدللہ اُن کو ایصال ثواب کرنے سے گریز نہیں کرتے۔

راستے میں پڑے ہوئے پتھر یا کانٹوں کو لوگوں کے آرام کی غرض سے ہٹا دینا کہ گزرنے والوں کو تکالیف نہ ہو اور یہ نیت کرلینا کہ اے اللہ کریم میرے اس عمل کا ثواب فلاں فوت شدہ کو پہنچے، تو جائز ہے درست ہے، ایصال ثواب کے لئے کوئی ایک طریقہ مخصوص سمجھنا نادانی اور جہالت ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلمان ابتداء ہی سے مختلف انداز میں ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتے رہے، کررہے ہیں اور کرتے رہیں گے، موجودہ دور میں ایصالِ ثواب کے پروگرام مختلف ناموں سے جانے اور پہچانے جاتے

ہیں، جن میں ایک نام ''گیارھویں'' کا بھی آتا ہے، حضور غوث اعظم سیّدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ (غوث اعظم اور رضی اللہ عنہ کہنے کی وضاحت مضمون کے آخر میں کردی گئی ہے) سے عقیدت ومحبت کی وجہ سے ہر اسلامی مہینے کی گیارہ تاریخ کو مسلمان آپ کی روح کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں، گیارہ تاریخ کو ایصال ثواب کرنے کی وجہ سے اس ایصال ثواب کا نام ''گیارہویں'' مشہور ہو گیا، اور مہینے کی گیارہ تاریخ کو مقرر کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ اپنی سہولت کے لئے اور یہ کہ اس کا اہتمام یاد رہے، اس کے علاوہ یہ مقصد ہرگز نہیں کہ اس دن کے سوا ثواب پہنچتا ہی نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ برصغیر پاک وہند میں حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی تاریخ گیارہ ربیع الثانی مشہور ہے، اہل سنت ہر سال گیارہ ربیع الثانی کو آپ کے عرس یعنی یومِ وصال کے دن آپ کی روح کو ایصال ثواب کرتے ہیں، بعض بزرگوں کے نزدیک آپ کے وصال کی تاریخ نو ربیع الثانی ہے، برّصغیر پاک وہند میں ہر اسلامی مہینہ کی گیارہ تاریخ کو آپ کی روح کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے، یعنی ایصال ثواب میں کوئی بندش نہیں ہے، چاہے ہر سال ایصال ثواب کیا جائے، چاہے ہر مہینہ، چاہے ہر روز کیا جائے، اسلام میں سال کے سارے دنوں میں ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے۔

فوت شدگان کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے، نام بدلنے سے کوئی خرابی نہیں آتی، حضور نبی کریم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں تعلیم گاہ کا نام ''صُفہ'' تھا، اب اس کے کئی نام ہیں مثلاً مدرسہ، مکتب، اسکول وغیرہ، گیارھویں کا ایصال ثواب کے علاوہ کوئی اور مطلب ومفہوم نہیں، باقی ہر قسم کے اعتراضات، شکوک وشبہات من گھڑت اور بے بنیاد ہیں۔

مسلمانان اہل سنت اس ایصال ثواب کو فرض، واجب اور سنت نہیں سمجھتے، نہ ہی اہل سنت کے کسی معتبر ومستند عالم دین کی تحریر میں ایسا ملے گا، اہل سنت صرف اسے مستحسن یعنی ایک اچھا فعل سمجھتے ہیں، کسی مسلمان کو ایصال ثواب کرنا اچھا فعل ہی ہے، بُرا کام نہیں، باقی جھوٹے الزامات لگا کر یا کسی جاہل کے فعل کو دیکھ کر مسلمانوں کے متعلق بدگمانی کرنا اچھا نہیں۔

حافظ صلاح الدین غیر مقلد، ایڈیٹر ہفت روزہ الاعتصام، لاہور، اپنی کتاب ''قبر پرستی'' میں لکھتے ہیں:

> ''گیارہویں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی خوشنودی کے لئے کی جاتی ہے اور اس میں یہ عقیدہ کارفرما ہوتا ہے کہ گیارہویں سے حضرت پیر صاحب خوش ہوں گے، جس سے ہمارے کاروبار میں ترقی ہوگی، ہماری حاجات پیر صاحب پوری فرمائیں گے اور اگر ہم نے گیارھویں میں کوتاہی کی تو پیر صاحب ناراض ہوں گے، جس سے ہمارا کاروبار ٹھپ ہو جائے گا اور ہماری حاجات پوری ہونے سے رہ جائیں گی''۔

(ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث، لاہور، شمارہ ۱۹؍ اکتوبر ۱۹۸۷ء)

(صلاح الدین یوسف، قبر پرستی، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۲ء، ص ۱۳۶)

حافظ صلاح الدین صاحب نے الزام لگاتے ہوئے یہ نہیں بتایا کہ اہل سنت کی فلاں کتاب میں یہ عقیدہ لکھا ہے، یا فلاں مستند عالم دین یا مفتی نے یہ کہا ہے، بس یہ غیر مقلدین ایسے ہی بہتان لگا کر اور مفروضے قائم کر کے اہل سنت کے معمولات کا مذاق اُڑاتے رہتے ہیں، تا کہ مسلمانوں میں انتشار اور تفرقہ بازی ختم نہ ہو سکے۔

قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رو سے مومن کے حق میں بدگمانی حرام ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

یایھاالذ ین امنو اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم

(سورہ الحجرات: ١٢)

ترجمہ۔ اے ایمان والو اکثر گمانوں سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

ایا کم والظن فان الظن اکذب الحدیث

(بخاری شریف، جلد٢، ص٨٩٦)

ترجمہ۔ بدگمانی سے دور رہو بدگمانی بدترین جھوٹ ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

افلا شققت عن قلبہ حتی تعلم اقالھا ام لا

(مسلم شریف، جلد٢، ص٣٢٦)

ترجمہ۔ تو نے اس کے دل کو چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ تجھے معلوم ہو جاتا کہ اس نے (دل سے کلمہ کہا ہے یا نہیں)۔

گیارھویں صالحین کی نظر میں

حضرت محقق شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ''ماثبت من السنۃ'' میں لکھتے ہیں کہ:

میرے پیرومرشد شیخ عبدالوہاب متّقی مہاجر مکّی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نو ربیع الثانی کو حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا عرس کرتے تھے ''بے شک ہمارے ملک میں آج کل گیارہویں تاریخ مشہور ہے اور یہی تاریخ آپ کی ہندی اولاد و مشائخ میں متعارف ہے''۔

(ماثبت من السنۃ، (اُردو ترجمہ) مطبوعہ اعتقاد پبلشنگ ھاؤس دہلی ۱۹۸۸ء، ص ۱۶۷)

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی دوسری تصنیف ''زادالمتقین فی سلوک طریق الیقین'' میں لکھتے ہیں:

''حضرت غوث پاک کا عرس نویں ربیع الآخر کو کیا جاتا ہے، بہجۃ الاسرار کی روایت کے مطابق یہی صحیح تاریخ ہے، اگرچہ ہمارے دیار میں گیارھویں تاریخ مشہور ہے''۔

(زادالمتقین فی سلوک طریق الیقین، اُردو ترجمہ مطبوعہ الرحیم اکیڈمی لیاقت آباد کراچی ۱۹۹۸ء، ص ۱۲۵)

گیارہ ربیع الثانی کو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس منانا بزرگوں کا معمول رہا ہے، چنانچہ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف ''اخبارالاخیار'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۹۷ھ) گیارہ ربیع الثانی کو حضرت غوث پاک کا عرس کرتے تھے۔

(اخبار الاخیار (اردو ترجمہ)، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ص ۴۹۸)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ غیر مقلدین کی نظر میں

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی (متوفی ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء) لکھتے ہیں:

''ہندوستان میں مسلمانوں کی فتوحات کے بعد ہی سے علم حدیث معدوم تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین میں اپنا فضل و احسان کیا اور یہاں کے بعض علماء جیسے شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کو اس علم سے نوازا، شیخ ہندوستان میں علمِ حدیث کو لانے اور اس کے باشندوں کو اس کا فیض عام کرنے والے پہلے شخص ہیں''۔

(دو روشن ستارے، از عبدالرشید عراقی، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۰، ص ۹۰، بحوالہ ''الحطہ فی ذکر صحاح الستہ، از نواب صدیق حسن خاں، ص ۷۰)

مسعود عالم ندوی (متوفی ۱۳۷۴ھ) لکھتے ہیں:

''ان (شیخ عبدالحق محدّث دہلوی) کی ذات سے شمالی ہند میں علم حدیث کی زندگی ملی اور سنت نبوی کا خزانہ ہر خاص و عام کے لئے عام ہو گیا...... ہم آج ان کے شکر گزار ہیں اور علمی خدمات کا دل سے اعتراف کرتے ہیں''۔

(دو روشن ستارے، از عبدالرشید عراقی، مطبوعہ لاہور، بحوالہ الفرقان لکھنؤ، شاہ ولی اللہ نمبر، ص ۳۷)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (متوفی ۱۹۵۶ء)، شیخ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مجھ عاجز کو آپ کے علم و فضل اور خدمتِ علم حدیث اور صاحبِ کمالات ظاہری و باطنی ہونے کی وجہ سے حُسنِ عقیدت ہے، آپ کی کئی تصانیف میرے پاس موجود ہیں جن سے میں بہت سے علمی فوائد حاصل کرتا رہتا ہوں''۔

(تاریخ اہل حدیث، مطبوعہ مکتبہ الرحمٰن سرگودھا (پنجاب)، ص۴۲۷)

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ علماء دیوبند کی نظر میں

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

''بعض اولیاء اللہ ایسے بھی گزرے ہیں کہ خواب یا حالتِ غیبت میں روزمرہ ان کو دربار نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی، ایسے حضرات صاحبِ حضوری کہلاتے ہیں، انہیں میں سے ایک حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی ہیں کہ یہ بھی اس دولت سے مشرّف تھے اور صاحبِ حضوری تھے''۔

(عبدالحلیم چشتی فاضل دارالعلوم دیوبند، فوائد جامعہ بر عجالہ نافعہ، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۴ء، ص ۲۲۱۔ بحوالہ الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، اشرف المطابع، تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر، یوپی، بھارت) ۱۹۴۱ء، ج ۷، ص ۶)

آیۃ اللہ، حجۃ اللہ، سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ گیارھویں کے متعلق فرماتے ہیں:

'' حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارکہ پر گیارھویں کو بادشاہ

وغیرہ شہر کے اکابر جمع ہوتے، نماز عصر کے بعد مغرب تک کلام اللہ کی تلاوت کرتے اور حضرت غوثِ اعظم کی مدح اور تعریف میں منقبت پڑھتے، مغرب کے بعد سجادہ نشین درمیان میں تشریف فرما ہوتے اور ان کے اردگرد مریدین حلقہ بگوش بیٹھ کر ذکر جہر کرتے، اسی حالت میں بعض پر وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی، اس کے بعد طعام شیرینی جو نیاز تیار کی ہوتی، تقسیم کی جاتی اور نماز عشاء پڑھ کر لوگ رخصت ہوجاتے"۔

(ملفوظاتِ عزیزی (فارسی) مطبوعہ میرٹھ، یوپی۔ بھارت، ص ۶۲)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی علیہ الرحمہ

علماء دیوبند وغیر مقلدین کی نظر میں

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

" شاہ عبدالعزیز بن شیخ اجل ولی اللہ محدث دہلوی بن شیخ عبدالرحیم عمری رحمہم اللہ، استاذ الاساتذہ، امام نقاد، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف اور دیارِ ھند کے خاتم المفسرین ومحدثین اور اپنے وقت میں علماء ومشائخ کے مرجع تھے، تمام علومِ متداولہ اور غیر متداولہ میں خواہ فنونِ عقلیہ ہوں یا عقلیہ، ان کو جو دستگاہ حاصل تھی وہ بیان سے باہر ہے"۔

(اتحاف النبلاء، مطبوعہ کانپور ۱۲۸۸ھ، ص ۲۹۶)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں!

" بڑے بڑے علماء آپ کی شاگردی پر فخر کرتے ہیں اور فضلاء آپ کی

تصنیف کردہ کتابوں پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں"۔

(تاریخ اہل حدیث، مطبوعہ سرگودھا، سن طباعت ندارد، ص ۲۸۸)

مولوی سرفراز خاں صفدر (گوجرانوالہ) لکھتے ہیں!

"بلاشبہ مسلک دیوبند سے وابستہ جملہ حضرات شاہ عبدالعزیز صاحب کو اپنا روحانی پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں، بلاشبہ دیوبندی حضرات کے لیے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا فیصلہ حکم آخر کی حیثیت رکھتا ہے"۔

(اتمام البرھان، حصہ اول، مطبوعہ گوجرانوالہ ۱۹۸۱ء، ص ۱۳۸)

حضرت شیخ عبدالوھاب متقی مکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، یہ تمام بزرگ دینِ اسلام کے عالم و فاضل تھے اور ان کا شمار صالحین میں ہوتا ہے، ان بزرگوں نے گیارھویں شریف کا ذکر کر کے کسی قسم کا شرک و بدعت کا فتویٰ نہیں دیا۔

صلحاء کا طریقہ جائز ہوتا ھے
غیر مقلدین کا فتویٰ

اب ہم غیر مقلدین کے مشہور عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری کے فتوے نقل کرتے ہیں جن میں انہوں نے صالحین کے طریقہ کار کو جائز اور درست لکھا ہے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری سے سوال کیا گیا کہ چینی کی رکابیوں (پلیٹوں) پر جو

لوگ عربی وغیرہ لکھ کر بیماروں کو پلاتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟

مولوی صاحب جواب میں لکھتے ہیں کہ:

''آیات قرآنی کو لکھ کر پلانا بعض صلحاء نے جائز لکھا ہے''

(اخبار اہل حدیث، امرتسر ۲۲ محرم ۱۳۶۲ھ)

(فتاویٰ ثنائیہ، جلد ثانی، باب ہفتم مسائل متفرقہ، مرتبہ، مولانا محمد داؤد راز، مطبوعہ ادارہ ترجمان السنہ، ۷۔ ایبک روڈ لاہور، ص ۶۸)

مولوی صاحب سے ایک سوال کیا گیا کہ'' جو لوگ تعویذ وغیرہ لکھ کر باندھتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ (میر عظمت اللہ، مدراس)

مولوی صاحب جواب میں لکھتے ہیں کہ:

''تعویذ کا مضمون اگر قرآن وحدیث کے مطابق ہو یعنی شرکیہ نہ ہو تو بعض صلحاء بچوں کے گلے میں ڈالنا جائز کہتے ہیں''۔ اللہ اعلم (اہل حدیث، ۲۹ محرم ۱۳۶۲ھ)

(فتاویٰ ثنائیہ، جلد ثانی، باب ہفتم مسائل متفرقہ، مرتبہ، مولانا محمد داؤد راز، مطبوعہ ادارہ ترجمان السنہ، ۷۔ ایبک روڈ لاہور، ص ۶۸)

الحمدللہ ان دونوں فتوؤں سے ثابت ہوا کہ جس کام کو صلحاء یعنی نیک لوگ جائز سمجھیں وہ کام جائز ہے، شرک وبدعت اور ناجائز نہیں ہے، حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی گیارھویں یعنی آپ کے لئے ایصال ثواب کو صالحین نے جائز سمجھا ہے، تو ان کے فیصلہ کو ماننا چاہئیے اور امت مسلمہ پر شرک وبدعت کے فتوے لگا کر تفرقہ بازی سے

اجتناب کرنا چاہئیے۔

ایصال ثواب سے متعلق مولوی ثناء اللہ غیر مقلد سے ایک سوال کیا گیا کہ:

''میت کو ثواب رسانی کی غرض سے بہ ہیئت اجتماعی قرآن خوانی کرنا درست ہے یا نہیں؟''

مولوی صاحب جواب میں لکھتے ہیں کہ:

''بہ نیت نیک جائز ہے اگر چہ ہیئت کذائی سنت سے ثابت نہیں، میت کے حق میں سب سے مفید تر اور قطعی ثبوت کا طریق استغفار (بخشش مانگنا) ہے''

(فتاویٰ ثنائیہ، جلد ثانی، باب ششم کتاب الجنائز، مرتبہ، مولانا محمد داؤد راز، مطبوعہ ادارہ ترجمان السنہ، ۷۔ ایبک روڈ لاہور، ص ۵۱)

مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد نے یہ لکھا کہ'' بہ نیت نیک جائز ہے اگر چہ ہیئت کذائی سنت سے ثابت نہیں'' اہل سنت حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے جو ایصال ثواب کرتے ہیں وہ نیک نیت سے ہی قرآن خوانی اور صدقہ وخیرات کرتے ہیں، اور بقول مولوی ثناء اللہ اگر چہ ایصال ثواب کی یہ شکل سنت سے ثابت نہ ہو پھر بھی جائز ہے۔

ایصال ثواب کی نیت سے گیارھویں جائز ھے

مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کا فتویٰ

مولوی ثناء اللہ امرتسری سے سوال کیا گیا کہ :

''کل یہاں ایک جلسہ بنگلور کے مسلم لائبریری کا ہوا جس میں مولوی حاجی غلام محمد شملوی نے لیکچر دیا، دورانِ تقریر میں گیارھویں اور بارھویں میں برائے ایصالِ ثواب غرباء کو کھانا کھلانا جائز کہا ہے، آپ اس کے عدم ثبوت کے دلائل پیش کریں''۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد جواب میں کہتے ہیں کہ :

'' گیارھویں بارھویں کی بابت فریقین میں اختلاف صرف اتنی بات میں ہے کہ مانعین اس کو لغیر اللہ سمجھ کر ما اھل لغیر اللہ میں داخل کرتے ہیں، اور قائلین اس کو لغیر اللہ میں نہیں جانتے، مولوی غلام محمد صاحب نے دونوں کا اختلاف مٹانے کی کوشش کی ہوگی کہ گیارھویں بارھویں کا کھانا بغرض ایصال ثواب کیا جائے یعنی یہ نیت ہو کہ ان بزرگوں کی روح کو ثواب پہنچے نہ کہ یہ بزرگ خود اس کھانے کو قبول کریں، اس صورت میں واقعی اختلاف اُٹھ جاتا ہے، ہاں نام کا جھگڑا باقی رہ جاتا ہے کہ اس قسم کی دعوت کو گیارھویں بارھویں کہیں یا نذر اللہ کہیں، اس میں شک نہیں کہ شرع شریف میں گیارھویں بارھویں کے ناموں کا ثبوت نہیں، اس لئے یہ نام نہیں چاہیئے، فقط دعوت للہ فی اللہ کی نیت چاہیئے''۔

(فتاویٰ ثنائیہ، جلد ثانی، باب ہفتم مسائل متفرقہ، ص ا ے، مطبوعہ ادارہ ترجمان السنۃ، لاہور)

الحمد للہ اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی روح کو ایصال ثواب کیا جائے، منکرین اسے گیارھویں نہ کہیں، ایصال ثواب کہہ لیں، لیکن ایصال

ثواب کریں تو سہی، یہ تو ایصال ثواب کرنے والوں پر بھی اعتراض کرتے ہیں تا کہ فرقہ بندی اور انتشار ختم نہ ہو اور پیٹ کا دھندہ چلتا رہے۔

ایصال ثواب کی نیت سے گیارھویں جائز ھے

مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی کا فتویٰ

مولوی رشید احمد گنگوھی سے سوال کیا گیا کہ :

''ایک شخص ہر مہینہ کی گیارہ تاریخ کو گیارہویں کرتا ہے نذر اللہ اور کھانا پکا کر غرباء اور امراء سب کو کھلاتا ہے اور اپنے دل میں یہ سمجھتا ہے کہ جو چیز نذر لغیر اللہ ہو وہ حرام ہے اور میں جو گیارہویں کرتا ہوں یا توشہ کرتا ہوں کہ جو منسوب ہے بفعل حضرت بڑے پیر صاحب اور حضرت شاہ عبدالحق صاحب (ردولوی) کے، ہرگز ان حضرات کی نذر نہیں کرتا بلکہ محض نذر اللہ کرتا ہوں صرف اس غرض سے کہ یہ حضرات کیا کرتے تھے، ان کے عمل کے موافق عمل کرنا موجب خیر و برکت ہے، اور جو شخص ان حضرات کی یا اور کسی کی نذر کرے گا سوائے اللہ جل شانہٗ، وہ حرام ہے، کبھی حلال نہیں، تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے عقیدے والے کو گیارہویں یا توشہ (شاہ عبدالحق ردولوی چشتی) کا کرنا جائز ہے یا نہیں اور موجب برکت بھی ہے یا نہیں اور اس کھانے کو مسلمان دین دار تناول فرمائیں یا نہیں؟''

مولوی صاحب جواب میں لکھتے ہیں:

"ایصال ثواب کی نیت سے گیارہویں کو توشہ کرنا درست ہے، مگر تعیّن یوم وتعیّن طعام کی بدعت اس کے ساتھ ہوتی ہے، اگرچہ فاعل اس یقین کو ضروری نہیں جانتا مگر دیگر عوام کو موجب ضلالت ہوتا ہے، لہذا تبدیل یوم وطعام کیا کرے تو پھر کوئی خدشہ نہیں"۔

(فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی، ص ۱۶۴)

دیوبندی فرقہ کے امام مولوی رشید احمد گنگوہی نے یہ تسلیم کرلیا کہ ایصال ثواب کی نیت سے گیارہویں کرنا درست ہے، رہا اعتراض تعیّن یوم اور تعیین طعام کا تو عرض ہے کہ اہلسنت تو سہولت کے پیشِ نظر دن مقرر کرتے ہیں، اسے تعین عرفی کہتے ہیں، اس کے متعلق یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ ایصال ثواب صرف گیارہ تاریخ کو ہی کیا جائے، اس دن کے علاوہ نہ کیا جائے، اور یہ اعتقاد بھی نہیں رکھتے کہ گیارہ تاریخ سے آگے پیچھے کسی اور تاریخ کو ثواب نہیں پہنچتا۔

تعیّن شرعی اور تعیّن عرفی

تعیّن شرعی اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص ایصال ثواب کے لئے دن مقرر کرلیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس دن کے علاوہ ایصال ثواب نہیں ہوسکتا، یا جو ثواب اس وقت ہے وہ کسی اور وقت میں نہیں ہوسکتا، تو یہ تعین شرعی ہوگا، اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شک نہیں، تعین شرعی شارع کی طرف سے ہی ہوسکتا ہے، کسی شخص کو اپنے طور پر مقرر کرنے کا کوئی حق نہیں۔

تعین عرفی اسے کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بعض سہولتوں کے پیش نظر کوئی دن یا وقت ایصال ثواب کے لئے مقرر کر لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ دوسرے اوقات میں بھی ایصال ثواب ہوسکتا ہے اور تمام اوقات میں ثواب یکساں پہنچتا ہے تو یہ تعین عرفی ہے، اسے نا جائز کہنا کسی طرح درست نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے وعظ کے لئے جمعرات کا دن مقرر فرمایا تھا، لوگوں نے عرض کیا کہ آپ روزانہ وعظ فرمایا کیجئے، فرمایا تم کو تنگی میں ڈالنا مجھ کو پسند نہیں۔ (مشکوٰۃ، باب العلم)

ہر دن ہر تاریخ کو ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے، گیارھویں یعنی ایصال ثواب چاہے دس تاریخ کو کریں، چاہے گیارہ کو، چاہے بارہ تاریخ کو، چاہے تیرہ تاریخ کو، کسی بھی تاریخ کو کرلیں، کسی دن بھی منع نہیں، دراصل ان لوگوں کو لفظ ''گیارھویں'' سے چڑ ہوگئی ہے اور کوئی بات نہیں، اور یہ خواہ مخواہ کی چڑ اور ضد ہے، اس بے عقلی کا کوئی علاج نہیں، اللہ کریم ہی ہدایت فرمائے۔

رہا تعین طعام تو یہ بھی فضول اعتراض ہے، آپ جو مرضی ہو پکالیں یا آپ کچھ نہ پکائیں، کسی کھانے کا اہتمام نہ کریں، صرف سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص یا جتنا بھی قرآن کریم پڑھ سکیں، اس کا ایصال ثواب کردیں، مگر سچ بات یہ ہے کہ یہ کچھ بھی نہیں کرنا چاہتے، صرف اعتراض ہی اعتراض ہے۔

کسی جائز کام کے لئے دن تاریخ مقرر کرنے کا مقصد محض یہ ہوتا ہے کہ مقررہ دن یاد رہے، دن مقرر ہوگا تو سب لوگ جمع بھی ہوجائیں گے اور مل کر یہ کام کریں

گے، اگر کوئی وقت مقرر نہ ہو تو بخوبی یہ کام نہیں ہوتے، کوئی کسی دن آئے گا اور دوسرا کسی اور دن آئے گا، انتظامی امور کے لئے ایسا کام درست طریقہ سے سرانجام نہیں ہو پاتا اور اہتمام کرنے والا بھی پریشان ہوتا ہے، محض سہولت کے لئے ہر اسلامی مہینے کی گیارہ تاریخ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو ایصال ثواب کرنے کے لئے مقرر کی جاتی ہے، تاکہ دوست احباب کو ہر ماہ اطلاع نہ کرنی پڑے، تاریخ مقرر کرنے کا یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ اس تاریخ سے آگے یا پیچھے کسی تاریخ کو یا اس کے علاوہ کسی اور دن کو ثواب نہیں پہنچتا، یہ عقیدہ نہیں ہوتا، سال کے سارے دن ثواب کے لئے جائز ہیں، اکثر جگہ گیارہ تاریخ کے بجائے دوسری تاریخوں میں ایصال ثواب کیا جاتا ہے، مگر اس ایصال ثواب کو اس دن بھی گیارھویں ہی کہتے ہیں، مقصد تو ایصال ثواب ہے۔

تعیّن تاریخ اور علمائے دیوبند

علمائے دیوبند کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

"رہا تعین تاریخ، یہ بات تجربے سے معلوم ہوتی ہے کہ جو امر کسی خاص وقت میں معمول ہو تو اس وقت وہ یاد آجاتا ہے اور ضرور ہو رہتا ہے، اور نہیں تو سالہا سال گزر جاتے ہیں کبھی کبھی خیال بھی نہیں ہوتا، اسی قسم کی مصلحتیں ہر امر میں ہیں جن کی تفصیل طویل ہے محض بطور نمونہ تھوڑا سا بیان کیا گیا ذہین آدمی غور کرکے سمجھ سکتا ہے اور قطع نظر مصالح مذکور کے ان میں بعض اسرار بھی ہیں، پس اگر یہی مصالح بنائے تخصیص ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں"۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ، مطبوعہ مجتبائی کانپور، ص ۶)

غیر مقلدین کا عقیدہ

تعیّن یوم کے بارے میں غیر مقلدین بھی یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے جس بات کا تعین کر دیا وہی درست ہے، اپنی طرف سے کسی کام کے لئے کوئی وقت، دن اور تعداد مقرر کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اہل سنت اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ تعین شرعی نہیں بلکہ یہ تعین عرفی ہے، لیکن غیر مقلدین اس وضاحت کو بھی نہیں مانتے، اللہ کریم ہدایت دے، درج ذیل میں غیر مقلدین کے تحریر کردہ ایک عمل کے لئے عرفی طور پر وقت اور دنوں کی تعداد مقرر کرنے کے بارے میں ایک حوالہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

مولانا محمد صادق سیالکوٹی نے اپنی مشہور کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' میں آیت کریمہ ''لا اِلٰہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظالمین'' کے تین عمل درج کئے ہیں، پہلے عمل کے متعلق لکھتے ہیں :

'' ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ہر روز رات کو بعد نماز عشاء ایک ہزار بار پڑھیں، اوّل آخر تین تین بار درود شریف، بارہ روز تک پڑھیں (اگر کام نہ ہوتو) چالیس روز پڑھیں۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ چالیس روز میں سوا لاکھ بار پڑھیں، ہر روز تین ہزار ایک سو پچیس بار پڑھیں۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ نماز عشاء کے بعد تاریک مکان میں بیٹھ کر ایک پانی

کا پیالہ بھر کر آگے رکھ لیں اور دعا تین سو بار پڑھیں، ہر سو بار پڑھنے کے بعد ہاتھ پانی میں ڈال کر منہ اور بدن پر پھیرتے رہیں، جب پڑھ چکیں تو اکتالیس بار درود شریف پڑھیں، اسی طرح اکتالیس روز تک یہ عمل کریں''۔

(صلوٰۃ الرسول، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ اُردو بازار، لاہور، ص ۴۵۰، ۴۵۱)

اب سوال یہ ہے کہ اس آیت کریمہ پڑھنے کے ان تین طریقوں میں وقت، تعداد اور دنوں کا جو تعیّن ہے، یہ تعین شرعی ہے یا عرفی ہے؟ اور یہ تعین قرآن مجید کی کس آیت سے ثابت ہے؟ اگر قرآن میں نہیں تو حدیث کی کس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ طریقہ منقول ہے؟ اور گیارھویں کے ساتھ لفظ ''شریف'' کہنے پر اعتراض کرنے والوں سے یہ بھی سوال ہے کہ اس عمل میں لفظ دُرود کے ساتھ شریف کا لفظ کس حدیث سے ثابت ہے؟۔

ایک شُبہ کا ازالہ

گیارھویں کے متعلق کسی ذہن میں یہ شُبہ آ سکتا ہے کہ جب کسی چیز پر غیر اللہ کا نام آ جائے تو وہ حرام ہو جاتی ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے'' **وما اھل بہ لغیر اللہ** ''یعنی جس پر غیر اللہ کا نام پُکارا جائے وہ حرام ہے، تو جس صدقہ و خیرات کے متعلق یہ کہا جائے کہ حضور غوث پاک کے لئے ہے، وہ اس آیت کی رو سے حرام ہے۔

وما اهل بہٖ لغیر اللّٰہ‘‘ کی تفسیر

بعض لوگ اس آیت کی تفسیر میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی ’’تفسیر عزیزی‘‘ کا حوالہ دے کر کہتے ہیں کہ ایصال ثواب کی خاطر جس جانور کی نسبت کسی بزرگ کی طرف کردی ہو وہ حرام ہے اگرچہ اسے ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا ہی نام لیا جائے۔

اس مسئلہ کی وضاحت میں ضیغم اسلام علامہ سید احمد سعید کاظمی امروہوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی اور فتاویٰ عزیزی کی داخلی شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے نزدیک وہی جانور حرام ہے جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، محض کسی بزرگ کی نسبت کردینے سے جانور حرام نہیں ہوجاتا، ذیل میں علامہ کاظمی کے رسالہ مبارکہ ’’تصریح المقال فی حل امر الاہلال‘‘ سے اس بحث کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

’’حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں انواع شرک کے تحت مشرکین کے چند فرقے شمار کئے ہیں، ان میں چوتھا فرقہ پیر پرستوں کا ہے، اس کے متعلق محدث دہلوی نے فرمایا! چوتھا گروہ پیر پرست ہے، جب کوئی بزرگ کمال ریاضت اور مجاہدہ کی بناپر اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول دعاؤں اور مقبول شفاعت والا ہوکر اس جہان سے رخصت ہوجاتا ہے تو اس کی روح کو بڑی قوت و وسعت حاصل ہوجاتی ہے، جو شخص اس کے تصور کو واسطہ فیض بنالے یا اس کے اٹھنے بیٹھنے کی جگہ یا اس کی قبر پر سجدہ اور تذلل تام کرے (اس جگہ اصل عبارت یہ ہے)

''یا در مکان نشست و برخاست او، یا بر گور او سجود و تذلل تام نماید''

تو اس بزرگ کی روح وسعت اور اطلاق کے سبب خود بخود اس پر مطلع ہو جاتی ہے اور اس کے حق میں دنیا و آخرت میں شفاعت کرتی ہے۔

(شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، تفسیر عزیزی: دہلی، لال کنواں، س ن، ص ۱۲۷ (سورۃ البقرہ)

یہ گروہ واقعی مشرک تھا جو قبروں پر تذلل تام کے ساتھ سجدہ کرتا تھا، علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

''العبادۃ عبارۃ عن الخضوع و التزلل''

(شامی، ابن عابدین شامی، ردالمحتار، ج ۲: قاہرہ، س ن، ص ۲۵۷)

ترجمہ۔ خضوع اور تذلل تام کو عبادت کہتے ہیں۔

آج کل کے خوارج کی ستم ظریفی ہے کہ وہ اولیاء اللہ کے عقیدت مند اہل سنت و جماعت کو پیر پرست کہہ کر مشرک قرار دیتے ہیں، حالانکہ عامۃ المسلمین عبادت اور انتہائی تعظیم صرف اللہ تعالیٰ کے مانتے ہیں کسی دوسرے کے لئے نہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کا روئے سخن اُس گروہ مشرکین کی طرف ہے، ان کا طریقہ یہ تھا کہ جانور کی جان دینے کی نذر شیخ سدّو وغیرہ کے لئے مانتے اور اس کی تشہیر کرتے تھے، پھر اسی نیت کے تحت شیخ سدو وغیرہ کے لئے خون بہانے کی نیت سے اسے ذبح کرتے تھے، ظاہر ہے کہ یہ ذبح کسی طرح حلال نہیں ہو سکتا، کم فہم لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ حضرت شاہ صاحب نے محض کسی بزرگ کی طرف نسبت کرنے کی بنا پر ان جانوروں کو حرام قرار دیا ہے، حالانکہ یہ قطعاً باطل ہے اور شاہ صاحب پر بہتان صریح

ہے۔

شاہ صاحب نے تفسیر عزیزی میں اپنے موقف کی وضاحت کے لئے تین دلیلیں پیش کی ہیں!

پہلی دلیل: یہ حدیث ہے ''ملعون من ذبح لغیر اللہ'' ملعون ہے جس نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا، اس حدیث میں صراحتۃً لفظ ذبح مذکور ہے۔

دوسری دلیل: عقلی ہے اس میں یہ تصریح ہے ''وجان ایں جانور راز ان غیر قرار دادہ کشتہ اند'' یعنی اس جانور کی جان غیر کی ملک قرار دے کر اس جانور کو ذبح کیا ہے، اس عبارت میں دو باتیں ہیں۔

۱۔ جانور کی جان غیر کے لئے مملوک قرار دی۔

۲۔ اس کو ذبح کیا۔

صاف ظاہر ہے کہ اس جانور میں اس لئے خبث پیدا ہوا کہ اسے غیر کے لئے ذبح کیا گیا ہے۔

تیسری دلیل: تفسیر نیشا پوری کی ایک عبارت ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی جانور ذبح کیا اور اس ذبح سے غیر اللہ کا تقرب (بطور عبادت) مقصود ہو تو وہ مرتد ہو گیا اور اس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہے۔

اس عبارت میں بھی غیر اللہ کے تقرب کی نیت سے ذبح کا ذکر ہے، ثابت ہوا کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ محض کسی اللہ تعالیٰ کے بندے کی نسبت کے مشہور کر دینے کو حرمت کا سبب قرار نہیں دیتے بلکہ ان کے نزدیک غیر اللہ کے لئے

ذبح کرنے سے جانور حرام ہوتا ہے اور یہی تمام امت مسلمہ کا عقیدہ ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے ''اُھـل'' کا ترجمہ اگرچہ اصل لغت کے اعتبار سے یہ کیا کہ آواز دی گئی ہو اور شہرت دی گئی ہو، لیکن اس سے ان کی مراد وہی شہرت ہے جس پر ذبح واقع ہو، چنانچہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سورۂ بقرہ میں ''وما اھل بہٖ لغیر اللّٰہ'' میں ''بہٖ'' لغیر اللّٰہ سے پہلے ہے، جب کہ سوۂ مائدہ، سورہ ٔانعام اور سورۂ نحل میں ''لغیر اللّٰہ'' پہلے ہے اور ''بہٖ'' موخر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ''باء'' فعل کو متعدی کرنے کے لئے ہے اور اصل یہ ہے کہ باء فعل کے ساتھ متصل ہو اور دوسرے متعلقات سے پہلے ہو، اس جگہ تو باء اپنے اصل کے مطابق لائی گئی ہے، دوسری جگہوں میں اس چیز کو پہلے لایا گیا ہے، جو جائے انکار ہے۔ ''پس ذبح بقصد غیر اللہ مقدم آمدہ'' ترجمہ۔ لہذا غیر اللہ کے ارادے سے ذبح کرنے کا ذکر پہلے آیا ہے۔

(محدث دہلوی، شاہ عبد العزیز، تفسیر عزیزی، دہلی، لال کنواں، س ن، ص ص ۶۱۱)

اب اگر ''اھـل'' سے مراد ذبح نہیں ہے تو یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ سورۂ بقرہ کے علاوہ باقی سورتوں میں غیر اللہ کے ارادے سے ذبح کرنے کا ذکر پہلے ہے حالانکہ باقی سورتوں میں بھی ذبح کا ذکر نہیں ہے بلکہ ''اُھِـلَ'' ہی کا ذکر ہے، ثابت ہوا کہ خود شاہ صاحب کے نزدیک لغیر اللہ کا مرادی معنی غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا ہی ہے۔

مزید تائید کے لئے شاہ صاحب کی ایک اور تحریر ملاحظہ ہو، سوال یہ ہے کہ حضرت سید احمد کبیر کے لئے نذر مانی ہوئی گائے حلال ہے یا حرام؟۔ اس کے جواب میں شاہ صاحب فرماتے ہیں!

”ذبیحہ کی حلّت اور حرمت کا دارومدار ذبح کرنے والے کی نیت پر ہے اگر تقرب الی اللہ کی نیت سے یا اپنے کھانے کے لئے یا تجارت اور دوسرے جائز کاموں کے لئے ذبح کرے تو حلال ہے ورنہ حرام“۔

(محدث دہلوی ،شاہ عبدالعزیز، فتاویٰ عزیزی، ج ا دہلی، مطبع مجتبائی، ۱۳۲۲ھ، ص ۴۱)

غور فرمائیں کہ حضرت سید احمد کبیر کے لئے نذر مانی ہوئی گائے کو انہوں نے حرام نہیں کہا، اگر محض تشہیر اور نذر لغیر اللہ موجب حرمت ہوتی تو صاف کہہ دیتے کہ حرام ہے، یوں نہ کہتے کہ ذبح کرنے والے کی نیت اور قصد پر دارومدار ہے۔

شاہ صاحب اس جواب میں آگے چل کر فرماتے ہیں!

”یعنی ان کی نیت تقرب الیٰ غیر اللہ وقت ذبح تک دائم و مستمر رہتی ہے“۔

(محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز، فتاویٰ عزیزی، ج ۱: دہلی، مطبع مجتبائی، ۱۳۲۲ھ، ص ۴۳)

ثابت ہوا کہ صرف نیت تعظیم لغیر اللہ موجب حرمت نہیں، جب تک کہ وہ نیت وقت ذبح تک دائم و باقی رہے۔

اس مسئلہ میں یہی شاہ صاحب اسی فتاویٰ عزیزی میں فرماتے ہیں!

”جب خون بہانا تقرب الیٰ غیر اللہ کے لئے ہو تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا، اور جب خون بہانا اللہ کے لئے ہو اور تقرب الیٰ غیر کھانے اور نفع حاصل کرنے کے ساتھ مقصود ہو تو ذبیحہ حلال ہو جائے گا“۔

(محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز، فتاویٰ عزیزی، ج ۱: دہلی، مطبع مجتبائی، ۱۳۲۲ھ، ص ۴۷)

دیکھئے حلت و حرمت ذبیحہ میں کتنا روشن فیصلہ ہے، اس کے باوجود بھی اگر یہ کہا

جائے کہ شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ محض تشہیر لغیر اللہ کو جانور کے حرام ہونے کی علت قرار دیتے ہیں، تو ایسا کہنا یقیناً شاہ صاحب پر افتراء عظیم ہوگا، ان کے نزدیک آیۂ کریمہ ''وما اھل بہ لغیر اللہ'' کے مرادی معنی قطعاً یہی ہیں کہ جس جانور پر ''عندالذبح اھلال لغیر اللہ'' کیا جائے۔

آخر میں ایک شبہ کا ازالہ ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اولیاء کے لئے کوئی جانور نذر مانے، ان سے کہا جائے کہ اس جانور کی بجائے گوشت لے کر اپنی نذر پوری کردو، اگر وہ راضی ہو جائیں تو وہ اپنے اس قول میں سچے ہیں کہ ہماری نیت غیر اللہ کے لئے خون بہانے کی نہ تھی، ورنہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ جھوٹے ہیں اور ان کی نیت یہی ہے غیر اللہ کی تعظیم کے لئے خون بہایا جائے، شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کے مطابق اس زمانے میں بھی اسی معیار پر جواز وعدم جواز کا حکم لگانا چاہیئے۔

اس شبہ کا ازالہ یہی ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقرر کردہ معیار مذکور ان لوگوں کے حق میں تو درست ہوسکتا ہے جو قبور کی عبادت کرتے تھے اور خود حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں گروہ مشرکین میں شمار کیا ہے، جیسا کہ اس سے قبل تفسیر عزیزی جلد اول صفحہ ۱۲۷ کی عبارت ہم نقل کر چکے ہیں، لیکن مسلمانوں کے حق میں یہ معیار کسی طرح درست نہیں ہوسکتا، نہ ہی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مومنین کے لئے یہ معیار بیان فرمایا ہے، اس لئے مومن از روئے قرآن شریف اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ ''لن تنالو البر حتیٰ تنفقون مما

تحبون ''(تم ہر گز نیکی نہیں پا سکتے جب تک اپنی پسندیدہ اور محبوب چیز اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو) اور ظاہر ہے کہ پالے ہوئے جانور سے جو محبت ہوتی ہے، وہ خریدے ہوئے جانور یا گوشت سے نہیں ہوسکتی، اس لئے جو نیکی اور ثواب پالے ہوئے جانوروں کو ذبح کر کے ایصال ثواب کرنے سے حاصل ہوگا، وہ اس کے علاوہ دوسری چیز سے نہیں ہوسکتا۔

علاوہ ازیں اس میں شک نہیں کہ ہر ذبیحہ خواہ وہ اپنے کھانے کے لئے ذبح کیا جائے یا بیچنے کے لئے یا قربانی کے لئے اس کے حلال اور پاک ہونے کی شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کا خون خالص اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے بہایا جائے اور ظاہر کہ اللہ کا ذکر اور اس کی تعظیم کے لئے جو کام کیا جائے وہ نیکی اور اطاعت ہے، لہذا ہر وہ فعل (جس سے تعظیم خداوندی مقصود ہو) نیکی قرار پائے گا، اور ہر مسلمان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی نیکی کا ثواب کسی مسلمان کو بخش دے، لہذا صرف گوشت میں محض گوشت کا ثواب اس بزرگ کی روح کو پہنچے گا اور جانور ذبح کرنے میں گوشت کے علاوہ فعلِ ذبح کا جو ثواب ذابح کو ملا وہ بھی اس بزرگ کی روح کو پہنچ سکتا ہے۔

پس اگر ان وجوہات کی بنا پر کوئی مسلمان جانور کے عوض گوشت لینے پر راضی نہ ہو، تو اس سے ہر گز ثابت نہیں ہوتا کہ یہ ماسن معاذ اللہ ولی کی تعظیم و تقرب کے لئے جانور کا خون بہانے کی نیت رکھتا ہے، نیت فعل قلب ہے، جب باطن کا حال ہمیں معلوم نہیں تو ہم کس طرح مسلمان پر معصیت کا حکم لگا دیں، مومن کے حق میں بدگمانی کرنا حرام ہے''۔

یہ خلاصہ ہے حضرت غزالئ زماں ضیغم اسلام علامہ سید احمد سعید کاظمی امروہوی محدّث ملتانی قدس سرہٗ (متوفی ۱۹۸۶ء) کی تحقیق کا، یاد رہے کہ یہ گفتگو اس وقت ہے جب یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ عبارت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور اگر اس عبارت کو الحاقی قرار دیا جائے جیسے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت شاہ رؤف احمد رافت نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ نے فرمایا، تو پھر اس گفتگو کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

حضرت شاہ رؤف احمد رافت نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ ۱۴ محرم ۱۲۰۱ھ/ ۱۷۸۶ء کو رام پور (یوپی۔ بھارت) میں پیدا ہوئے، حدیث کی سند مولانا شاہ سراج احمد مجددی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۳۰ھ/ ۱۸۱۵ء) سے حاصل کی، بعض اعمال واوراد کی اجازت حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی سے حاصل کی، خرقہ خلافت شاہ غلام علی دہلوی نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ سے پایا، اُردو میں قرآن مجید کی تفسیر رؤفی لکھی، جس کا آغاز ۱۲۳۹ھ میں ہوا اور ۱۲۴۸ھ میں اختتام ہوا، حج کے لئے گئے تو یلملم (میقات) کے قریب ۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۴ء میں وصال ہوا، آپ شاہ ابوسعید مجددی دہلوی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۵۰ھ) کے خالہ زاد بھائی تھے اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی اولاد میں سے تھے۔

(تذکرہ کاملان رام پور، از حافظ احمد علی شوق (متوفی ۱۹۳۳ء)، مطبوعہ خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ، بھارت ۱۹۸۶ء، ص ۱۴۳۔ اُردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، از ڈاکٹر محمد ایوب قادری، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۴۴۵)

آپ نے تفسیر عزیزی کی اس عبارت کو الحاق قرار دیا، لکھتے ہیں:

" جاننا چاہیے کہ تفسیر فتح العزیز میں کسی عدو نے الحاق کر دیا ہے اور یوں لکھا کہ اگر کسی بکری کو غیر کے نام سے منسوب کیا ہو تو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرنے سے وہ حلال نہیں ہوتی اور غیر کے نام کی تاثیر اس میں ایسی ہو گئی کہ اللہ کے نام کا اثر ذبح کے وقت حلال کرنے کے واسطے بالکل نہیں ہوتا، سو یہ بات کسی نے ملا دی ہے۔

خود مولانا و مرشدنا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کبھی ایسا سب مفسرین کے خلاف نہ لکھیں گے اور ان کے مرشد اور استاد اور والد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے فوز الکبیر فی اصول التفسیر میں مَا اُهِلَّ کا معنی مَا ذُبِحَ لکھا ہے، یعنی ذبح کرتے وقت جس جانور پر بت کا نام لیوے سو حرام اور مردار کے جیسا ہے اور بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا سو کیونکر حرام ہوتا ہے۔

بعضے نادان تو حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مولد شریف کی نیاز، حضرت پیرانِ پیر کی نیاز اور ہر ایک شہداء اولیاء کی نیاز فاتحہ کے کھانے کو بھی حرام کہتے ہیں اور یہ آیت دلیل لاتے ہیں کہ غیر خدا کا نام جس پر لیا گیا سو حرام ہے، واہ واہ کیا عقل ہے ایسا کہتے ہیں اور پھر جا کر نیاز فاتحہ کا کھانا بھی کھاتے ہیں"۔

(شاہ رؤف احمد، تفسیر رؤفی، مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۵ھ، جلد ۱، ص ۱۳۹)

شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کی تالیفات میں تحریفات

بعض لوگوں نے آپ کی زندگی ہی میں آپ کی کتابوں میں تحریف کردی تھی، چنانچہ شاہ ولی اللہ دہلوی خاندان پر تحقیق میں سند کا درجہ رکھنے والے مشہور اہل علم، محقق، حکیم محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں!

''شاہ عبدالعزیز نے ''تحفہ اثناعشریہ'' کی تالیف ۱۲۰۴ھ/ ۱۷۹۰ء میں مکمل کی اور اس کی اشاعت ۱۲۱۵ھ/ ۱۷۹۹ء میں کلکتہ سے ہوئی تھی اور اس فوراً بعد تحفہ کی عبارات میں تحریف کے سلسلے کا آغاز ہوگیا، ایک معتقد نے لکھنؤ سے ایک ایسی محرفہ اور خلاف عقیدہ اہل سنت عبارت ''تحفہ'' کے ایک نسخہ میں دیکھ کر شاہ صاحب کی خدمت میں عریضہ لکھ کر خلش دور کرنے کی درخواست کی تو شاہ صاحب نے جواب میں تحریر فرمایا کہ!

''وتعریضات درباب معاویہ رضی اللہ عنہ ازیں فقیر واقع نشدہ اگر نسخہ از تحفہ اثناعشریہ یافتہ شد الحاق کسے خواہد بود کہ بنا بر فتنہ انگیزی وکید ومکر کہ بنا مذہب ایشاں یعنی گروہ رفضہ از قدیم برہمیں امور است ایں کار کردہ باشد چنانچہ بسمع فقیر رسیدہ کہ الحاق شروع کردہ اند اللہ خیر حافظا وایں تعریضات در نسخ معتبرہ البتہ یافتہ نخواہد شد''۔

(برکاتی، حکیم محمود احمد، شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان: لاہور، مجلس اشاعت اسلام، ۱۹۷۶ء، ص ۵۷ بحوالہ فضائل صحابہ واہل بیت مع مقدمہ پروفیسر محمد ایوب قادری طبع لاہور)

ترجمہ۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر چوٹیں میں نے نہیں کیں، اگر

تحفہ اثنا عشریہ کے کسی نسخے میں ایسی عبارتیں ہیں تو وہ کسی نے اپنی طرف سے بڑھادی ہوں گی، کیونکہ روافض کے مذہب کی بنیاد ہی شروع ہی سے فتنہ انگیزی اور مکروقید پر ہے، یہ کام بھی انہوں نے کیا ہوگا، چنانچہ میں نے سنا ہے کہ تحفہ میں بھی انہوں نے الحاق شروع کردیا ہے۔

قاری عبدالرحمٰن پانی پتی (متوفی ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء) شاگرد رشید شاہ محمد اسحاق دہلوی (متوفی ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۵ء) اپنی کتاب ''کشف الحجاب'' میں لکھتے ہیں!

''اور ایسا ہی ایک اور جعل (غیر مقلدین) کرتے ہیں کہ سوال کسی مسئلہ کا بنا کر اور اس کا جواب موافق اپنے مطلب کے لکھ کر علمائے سابقین کے نام سے چھپواتے ہیں، چنانچہ بعض مسئلے مولانا شاہ عبدالعزیز کے نام سے اور بعض مسئلے مولوی حیدر علی کے نام سے علی ہذا القیاس چھپواتے ہیں''۔

(پانی پتی، قاری عبدالرحمٰن، کشف الحجاب: لکھنؤ، ۱۲۹۸ھ، ص ۹، چند سال ہوئے اس رسالہ کو مرکزی جماعت القراء پاکستان، کراچی نے حکیم محمود احمد برکاتی کی تقدیم کے ساتھ شائع کردیا ہے)

علامہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی (متوفی ۱۹۹۳ء) کتاب ''القول الجلی'' کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں!

''افسوس مولوی اسماعیل کے پیروان اس کام میں بہت بڑھ گئے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز کی تحریرات ومکتوبات، حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمہ قرآن اور ان کی کتابیں، حضرت مجدد الف ثانی، ان کی اولاد، حضرت شاہ غلام علی، حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی

اور دیگر اکابرین کے احوال میں بہت سی تحریفات کر کے محمد بن عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسماعیل کا ہمنوا سب کو قرار دیا، اللہ تعالیٰ اس کتاب ''القول الجلی'' کو ان لوگوں سے محفوظ رکھے اور یہ کتاب بلا کسی تصرف کے چھپے''۔

(فاروقی، شاہ ابو الحسن زید، مقدمہ القول الجلی: دہلی ، شاہ ابو الخیر اکادمی ،۱۹۸۶ء، ص ۵۵۲)

شاہ ولی اللہ دہلوی کے خاندان کے ایک فرد اور ان کی تصانیف کے مشہور ناشر ظہیر الدین سید احمد ولی اللٰہی ،نبیرۂ شاہ رفیع الدین دہلوی، جنہوں نے شاہ ولی اللہ دہلوی کی تصانیف کی بڑی تعداد طبع وشائع کر کے وقف عام کی ہے، انہوں نے سب سے پہلے اس کی طرف توجہ دلائی، چنانچہ وہ شاہ ولی اللہ صاحب کی ایک کتاب ''تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء'' کے آخر میں لکھتے ہیں!

''بعد حمد وصلوٰۃ کے بندہ محمد ظہیر الدین عرف سید احمد اوّل گذارشکرتا ہے بیچ خدمت شائقین تصانیف حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ومولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ کا آجکل بعض لوگوں نے بعض تصانیف کو اس خاندان کی طرف منسوب کر دیا ہے اور درحقیقت وہ تصانیف اس خاندان میں سے کسی کی نہیں، اور بعض لوگوں نے جو ان کی تصانیف میں اپنے عقیدے کے خلاف بات پائی تو اس پر حاشیہ جڑا اور موقعہ پایا تو عبارت کو تغیر وتبدیل کر دیا، تو میرے اس کہنے سے یہ عرض ہے کہ جو اب تصانیف ان کی چھپیں، اچھی طرح اطمینان کر لیا جائے جب

خریدنی چاہیں"۔

(قادری،محمد ایوب، شاہ ولی اللہ کی منسوب تصانیف: مشمولہ :
الرحیم (ماہنامہ) :حیدرآباد، شمارہ ، جون ۱۹۶۴ء، ص ۲۰۔ بحوالہ "تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء" از
شاہ ولی اللہ دہلوی، مطبوعہ مطبع احمدی، کلاں محل متعلق مدرسہ عزیزی دہلی، باہتمام ظہیر الدین ولی اللٰہی، سن طباعت
ندارد)

مشہور محقق حکیم محمود احمد برکاتی صاحب لکھتے ہیں!

"مولوی سید احمد ولی اللٰہی شاہ عبدالعزیز کے ملفوظات مطبوعہ میرٹھ کو جعلی بتایا ہے۔(انفاس العارفین مطبوعہ مطبع احمدی دہلی، صفحہ آخر) ہماری ناقص رائے میں مولوی سید احمد کی یہ رائے کلیتہً تو صحیح نہیں ہے، ملفوظات شاہ صاحب کے ہی ہیں، مگر ان میں الحاق ضرور ہوا ہے اور بعض فحش اشعار اور فحش واقعات درج کردیئے گئے ہیں"۔

(برکاتی، حکیم محمود احمد، شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کا خاندان :لاہور، مرکز اشاعت اسلام، ۱۹۷۶ء، ص ۵۷)

اہل سنت، اولیاء کرام و بزرگانِ دین کے ساتھ محبت وعقیدت رکھتے ہیں، مگر انہیں اِلٰہ نہیں مانتے، کسی قسم کا استقلالِ ذاتی ان کے لئے ثابت نہیں کرتے، نہ انہیں مستحق عبادت جانتے ہیں اور نہ واجب الوجود، محض عباداللہ الصالحین سمجھتے ہیں اور جو جانور یا حصہ زراعت یا کوئی چیز از قسم نقد وجنس وغیرہ ان کے لئے مقرر کرتے ہیں، اس کو ان کا ہدیہ جانتے ہیں اور وصال یافتہ بزرگوں کے لئے ایصال ثواب کی نیت کرتے ہیں، اسی قصد ونیت کے ساتھ اگر وہ کسی جانور یا غیر جانور کو بزرگان دین کی طرف منسوب کرکے ان کے نام پر اسے مشہور بھی کردیں، تب بھی جائز ہے اور وہ چیز حلال

اور طیّب ہے، اسے ما اُہل بہٖ لغیر اللہ کے تحت لا کر حرام قرار دینا باطل محض اور گناہِ عظیم ہے۔

عہدِ رسالت میں صحابہ کرام، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کھجوروں کے درخت اور دُودھ پینے کے جانور پیش کرتے تھے، جن کا ذکر احادیث صحیحہ میں مفصل موجود ہے، اسی طرح بعد از وفات بھی ایصال ثواب کے طور پر کسی چیز کا مقرر کرنا عہد رسالت میں پایا گیا ہے۔

"عَنْ سَعْد بن عَبَادَةَ اَنَّهٗ قَالَ یَا رَسُوْ لَ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اُمِّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَیُّ الْصَّدَقَۃِ افضلُ قَالَ الْمَاءُ فَحفرَا بئرًا وَقَالَ ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْد"

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اُمِ سعد (سعد کا ماں) کا انتقال ہوگیا، پس اُن کے لئے کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا پانی، پس سعد نے کنواں کھدوایا، اور کہا یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے۔

(سنن ابوداوٗد، کتاب الزکوٰۃ، ج ا، ص ۲۳۶_مشکوٰۃ، ص ۱۶۹)

اگر کسی وصال یافتہ بزرگ کے لئے کسی چیز کا نامزد کرنا موجب حرمت قرار دیا جائے تو معاذ اللہ وہ کنواں جو اُم سعد رضی اللہ عنہا کے نام سے مشہور ہوا، وہ حرام اور اس کا پانی نجس قرار پائے گا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس صدقے کا ثواب کسی فوت شدہ کو پہنچانا

مقصود ہو تو اس صدقہ کو اس شخصیت سے منسوب کرنا جائز ہے اور اہل علم پر یہ بات روشن ہے کہ اس نسبت سے مراد نسبتِ عبادت نہیں بلکہ ایصال ثواب کے حوالے سے نسبت کی جاتی ہے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جو کنواں کھوایا اور لوگوں کے لئے بطور صدقہ وقف کیا تو یہ عبادت اللہ کے لئے ہے اور اس کا ثواب ان کی والدہ کے لئے ہے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کے فتاویٰ ثنائیہ میں بھی حدیث کے الفاظ ''ھذہ لام سعد'' کا معنی یہی کیا گیا ہے کہ ''کنویں کا ثواب سعد کی ماں کے لئے''۔

(فتاویٰ ثنائیہ، جلد اول، مطبوعہ ادارہ ترجمان السنہ، ۷ ایبک روڈ لاہور، ص ۱۰۸)

ایصال ثواب کی چیز پر لفظ نذر و نیاز کا اطلاق

بزرگوں کے نام پر جو جانور وغیرہ مشہور کئے جاتے ہیں اگر ان جانوروں پر اولیاء اللہ کے لئے نذر شرعی مانی جائے جو حقیقتاً عبادت ہے تو ناذر یعنی نذر دینے والا مرتد ہے، لیکن اس کے اس شرک کی وجہ سے وہ جانور حرام نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اسے بقصد تقرب لغیر اللہ ذبح نہ کرے، اور اگر اولیاء کی نذر محض نذر لغوی یا عرفی بمعنی ہدیہ، تحفہ اور نذرانہ ہو یا وصال یافتہ بزرگ کے لئے بقصد ایصال ثواب کوئی جانور وغیرہ نامزد کر دیا اور نذر شرعی اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو یہ فعل شرعاً جائز اور باعث خیر و برکت ہے۔

نذر لغیر اللہ کا مدار ناذر کی نیت پر ہے، اگر ناذر نے تقرب لغیر اللہ کا قصد کیا اور متصرف فی الامور اللہ تعالیٰ کی بجائے کسی مخلوق کو مانا تو یہ نذر کفر وشرک ہے، اور اگر اس کا ارادہ تقرب الی اللہ ہے اور بزرگان دین کو ثواب پہنچانا مقصود ہے تو ایسی نذر اولیاء کے لئے قطعاً جائز ہے اور اس کا نذر ہونا مجازاً ہے، کیونکہ نذر حقیقی اللہ کے لئے خاص ہے۔

جو لوگ نذر اولیاء کو شرک قرار دیتے ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اس نذر سے مراد نذر شرعی نہیں بلکہ اسے بربنائے عرف نذر کہا جاتا ہے اور اس ایصال ثواب اور ہدیہ کو نذر کہنا شرعاً جائز ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''انفاس العارفین'' میں تحریر فرماتے ہیں:

'' حضرت والد ماجد (شاہ عبدالرحیم) رحمۃ اللہ علیہ قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت کو گئے، رات کا وقت تھا، اس جگہ فرمایا کہ مخدوم ہماری ضیافت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ کھا کر جانا، حضرت نے توقف فرمایا، یہاں تک کہ آدمیوں کا نشان منقطع ہوگیا، ساتھی اُکتا گئے، اس وقت ایک عورت اپنے سر پر چاول اور شیرینی کا طبق لئے ہوئے آئی اور کہا میں نے نذر مانی تھی کہ جس وقت میرا خاوند آئے گا اس وقت یہ کھانا پکا کر مخدوم اللہ دیا رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں بیٹھنے والوں کو پہنچاؤں گی، وہ اسی

وقت آیا تو میں نے اپنی نذر پوری کی"۔

(انفاس العارفین (فارسی)، مطبوعہ اسلامی کتب خانہ کچہری روڈ ملتان ۱۹۶۳ء، ص ۴۴)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا مسلک

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نذر نیاز

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

"حضرت امیر و ذریت ورا تمام امت بر مثال پیران و مرشدان می پرستند و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر و منت بنام ایشاں......رائج و معمول گردیدہ چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است"۔

ترجمہ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اولاد پاک کو تمام افراد امت پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتے ہیں، امور تکوینیہ کو ان کے ساتھ وابستہ جانتے ہیں اور فاتحہ درود و صدقات اور نذر نیاز ان کے نام کی ہمیشہ کرتے ہیں جیسا کہ تمام اولیاء کا یہی طریقہ و معمول ہے"۔

(محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز، تحفہ اثناء عشریہ : لاہور، سہیل اکیڈمی ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء، ص ۲۱۴)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتویٰ میں فرماتے ہیں!

" نذر اولیاء کہ جس کا بغرض حاجت روائی معمول ہے اور اس کا رسم و دستور ہو گیا ہے، اکثر فقہاء نے اس کو جائز نہیں رکھا ہے، بلکہ ان فقہاء نے یہ خیال کیا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق جان کر اس کی نذر مانی جاتی

ہے، اسی طرح عوام جہال ارواح کو قادر مطلق مثل خدا سمجھتے ہیں اور ان ارواح کی نذر مانتے ہیں، اس لحاظ سے ان فقہاء نے حکم دیا ہے کہ جو شخص ایسی نذر مانے وہ مرتد ہے، اور یہ کہا کہ اگر نذر بالاستقلال کسی ولی کے واسطے ہو تو باطل ہے۔

اور اگر نذر خدا کے واسطے ہو اور ولی کا ذکر صرف اس خیال سے ہو کہ مثلاً اس ولی کو ثواب رسانی کی جائے گی یا اس ولی کی قبر کے خدام کے مصرف میں اس نذر کا مال آئے گا، تو یہ نذر جائز ہے، اور حقیقت اس نذر کی یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کھانا کھلا دیا جائے یا مال بطور خیرات وغیرہ کے دیا جائے اور میت کی روح کو ثواب رسانی کی جائے اور یہ امر مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

مثلاً صحیحین میں جو حال اُم سعد وغیرہ کا مذکور ہے، اس سے یہ امر ثابت ہوتا ہے اور ایسی نذر لازم ہو جاتی ہے تو حاصل اس نذر کا یہی ہے کہ یہ نیت کی جائے کہ مثلاً کھانا کھلایا جائے گا یا اس قدر خیرات دی جائے گی اور اس کا ثواب فلاں ولی کی روح کو پہنچایا جائے گا، تو ذکر ولی کا صرف اس غرض سے ہوگا کہ یہ متعین ہو جائے کہ ثواب رسانی فلاں ولی کی روح کو کی جائے گی، اور یہ نیت نہ ہو کہ خاص وہ چیز اس ولی کے مصرف میں آئے گی، اور ایسا بھی لوگ کر لیتے ہیں کہ وہ نذر اس ولی کے متوسلین کے مصرف میں آئے گی، مجملاً اس ولی کے قرابت مند اور اس کی قبر کے خادم اور اس کے

مریدین وغیرہ کے مصرف میں وہ مال آئے گا، اور بلاشُبہ نذر ماننے والوں کو مقصود اکثر ایسا ہی ہوتا ہے اور ایسی نذر کے بارہ میں حکم ہے کہ یہ نذر صحیح ہے، اس کو پورا کرنا واجب ہے، اس واسطے کہ شرع میں یہ قربت معتبرہ ہے، البتہ اس ولی کو یہ سمجھے کہ یہ ولی بالاستقلال حل کنندہ مشکلات ہے، یا یہ عقیدہ رکھے کہ اس کی سفارش سے نعوذ باللہ من ذالک ضرور اللہ تعالیٰ مجبور ہو کر حاجت روائی فرمائے گا، تو ایسی نذر میں البتہ شرک وفساد لازم ہے، مگر یہ عقیدہ دوسری چیز ہے اور نذر دوسری چیز ہے، یعنی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مطلقاً نذر منع ہو جائے، بلکہ جائز نذر کی جو صورت اوپر مذکور ہوئی ہے اس طور کی نذر بلاشبہ صحیح ہے اور اس کو پورا کرنا واجب ہے"۔

(فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی، ص ۱۶۰)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اہلسنت کے امام اور تمام غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے استاذ الاساتذہ اور ان کے نزدیک حجت اور اتھارٹی ہیں، انصاف پسند کے لئے ان کا فتویٰ اور فیصلہ کافی ہے، مگر اُمت میں تفرقہ پیدا کرنے والے شاید ان کے روشن فیصلہ کو بھی نہ مانیں، کیونکہ یہ لوگ خدا پرستی کو چھوڑ کر اپنی انا، ضد اور خواہش پرستی کے پیچھے لگے ہوئے ہیں، پھر بھی کہتے ہیں کہ ہم توحید پرست ہیں، حالانکہ معاملہ اس کے اُلٹ ہے، جو لوگ عقلِ سلیم رکھتے ہیں وہ اس بات کو خوب سمجھتے ہیں، ان لوگوں کی ضد اور ہٹ دھرمی صرف پیٹ پرستی اور فرقہ بندی کو قائم رکھنے کے لئے ہے، لیکن صحیح عقیدہ رکھنے والوں کو فرقہ باز ہونے کا الزام دیتے

ہیں، آج تو یہ دھاندلی چل جائے گی مگر روزِ محشر تو جواب دہ ہوں گے جس دن کھوٹا کھرا الگ ہو جائے گا، یقیناً وہ انصاف کا دن ہے۔

حضرت شاہ رفیع الدین محدّث دہلوی علیہ الرحمہ کا فیصلہ

حضرت شاہ رفیع الدین محدّث دہلوی علیہ الرحمہ ایصال ثواب کی چیز پر نذر و نیاز کے اطلاق کے متعلق اپنے رسالہ ''نذورِ بزرگان'' میں لکھتے ہیں :

''آنکہ لفظ نذر کہ آنجا مستعمل مے شود نہ بر معنی شرعی است کہ ایجاب غیر واجب است کہ آنچہ پیش بزرگان مے برند نذر و نیاز می گویند''۔

ترجمہ۔ جو نذر کہ اس جگہ مستعمل ہوتی ہے وہ اپنے شرعی معنی پر نہیں بلکہ معنی عرفی پر ہے، اس لئے کہ جو کچھ بزرگوں کی بارگاہ میں لے جاتے ہیں اس کو نذر و نیاز کہتے ہیں۔

(مجموعہ رسائل تسعہ، مطبوعہ مطبع احمدی دہلی ۱۳۱۴ھ، ص ۲۱)

شاہ محمد اسماعیل دہلوی کا عقیدہ

شاہ محمد اسماعیل دھلوی بھی فوت شدگان کے ایصال ثواب کی چیزوں پر نذر و نیاز کا اطلاق جائز سمجھتے ہیں، وہ اپنی مشہور کتاب ''صراط مستقیم'' میں لکھتے ہیں :

''پس در خوبی ایں قدر امر از امور مرسومہ فاتحہا و اعراس و نذر و نیاز اموات شک و شبہ نیست''

ترجمہ۔ رسوم میں فاتحہ پڑھنے، عرس کرنے اور فوت شدگان کی نذر و نیاز کرنے کی رسموں کی خوبی میں شک و شبہ نہیں''۔

(صراط مستقیم (فارسی)، مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ، شیش محل روڈ، لاہور، ص ۵۵)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ کا عقیدہ

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

”جب مثنوی (مولانا روم) ختم ہوگئی، بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا روم کی نیاز بھی کی جائے گی، گیارہ گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا، آپ نے فرمایا کہ نیاز کے دو معنی ہیں، ایک عجز و بندگی اور سوائے خدا کے دوسروں کے واسطے نہیں ہے بلکہ ناجائز و شرک ہے، دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا، یہ جائز ہے، لوگ انکار کرتے ہیں، اس میں کیا خرابی ہے“۔

(شمائم امدادیہ (ملفوظات حاجی امداد اللہ مہاجر مکی)، مطبوعہ کتب خانہ شرف الرشید، شاہ کوٹ، ضلع شیخوپورہ (پنجاب۔پاکستان)، ص ۶۸)

معترضین کو جب یہ حوالے دکھائے جاتے ہیں تو دیکھا گیا ہے کہ بالکل خاموش ہوجاتے ہیں اور چپ سادھ لیتے ہیں اور ان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ ہمارے پھنسائے ہوئے بھولے بھالے کم علم اہل سنت کو ان حوالوں کا علم نہ ہوجائے، اگر کوئی شخص یہ حوالے دکھا کر ان سے جواب پوچھے تو کہتے ہیں کہ جناب ان کتابوں کو چھوڑو، قرآن وحدیث کی بات کرو، ان کا یہ جواب صرف وقت ٹالنے کے لئے ہوتا ہے ورنہ حدیث اُم سعد سے تو اہل سنت کا عقیدہ ثابت ہے، جن علماء کے حوالے دیئے گئے ہیں، کیا یہ قرآن وحدیث کے علم سے جاہل تھے؟ کبھی کہتے ہیں کہ جناب یہ کتابیں اپنی طرف

سے جعلی بنالی گئی ہیں، بے چارے بھولے بھالے لوگ ان کے دجل وفریب اور جھوٹی باتوں سے مطمئن ہو جاتے ہیں کہ یہ مولوی صاحب ہیں، قاری صاحب ہیں، حافظ صاحب ہیں، مسجد کے خطیب ہیں، نمازی ہیں، حاجی ہیں، یہ کہاں جھوٹ بولتے ہوں گے، لیکن جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت نصب کرنی ہو اور ایمان بچانا ہو تو ان کی آنکھیں فوری کُھل جاتی ہیں اور وہ حیران بھی ہوتے ہیں کہ رہبری کے لباس میں رہزن بھی ہیں، حقیقت میں یہ لوگ اپنے پیٹ کی خدمت کر رہے ہیں، دین اسلام کی خدمت نہیں کر رہے۔

کبھی یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان والوں کے شروع شروع میں یہ عقائد تھے، بعد میں انہوں نے اپنے عقائد درست کر لئے تھے۔

(مولوی عبداللہ روپڑی، عرس اور گیارھویں، مطبوعہ اسلامی اکادمی، ۱۷ الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور، ص ۳۲)

یہ بھی بہت بڑا جھوٹ ہے، شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی علیہ الرحمہ کے عقائد ومعمولات اور ملفوظات پر مشتمل نایاب کتاب ''القول الجلی فی ذکر آثار ولی'' کا مخطوطہ بھارت کے شہر کاکوری ضلع لکھنؤ (یو۔پی) سے دستیاب ہو گیا ہے، اس کے مصنف شاہ محمد عاشق پھلتی علیہ الرحمہ، شاہ ولی اللہ کے قریبی عزیز اور شاگرد ہیں اور یہ کتاب انہوں نے شاہ ولی اللہ کی حیات ہی میں لکھ کر ان سے تصدیق کروائی، اس کتاب کا ذکر پرانی کتابوں میں آتا رہا، لیکن دستیاب نہیں تھی، اب اس کتاب کے مخطوطے کا عکس دہلی سے شائع ہو گیا ہے اور ۱۹۹۷ء میں کاکوری ضلع لکھنؤ سے اس کا اُردو ترجمہ

بھی شائع ہوگیا ہے، پاکستان میں اس کا ترجمہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ، لاہور نے شائع کردیا ہے، اس کتاب کے شائع ہونے سے حضرت شاہ ولی اللہ کے عقائد کو غلط طور پر متعارف کرانے والوں کے جھوٹ کا بھانڈا عین چوراہے میں پھوٹ گیا ہے۔

آخرت سے بے خوف ان لوگوں نے حضرت شاہ ولی اللہ اوران کے خاندان کی کتابوں میں تحریف بھی کردی ہے اور جعلی کتابیں بھی ان کی طرف منسوب کردی ہیں مثلاً ''بلاغ المبین'' اور ''تحفۃ المواحدین'' جیسی جعلی کتابیں لکھ کر حضرت شاہ ولی اللہ کی طرف منسوب کردی ہیں، شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کی کتابوں میں تحریف کی، شاہ عبدالقادر محدّث دہلوی کے ترجمہ میں تحریف کی ہے، لیکن محققین نے ان خیانتوں پردہ چاک کردیا، جس کی تفصیل شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کی کتاب ''انفاس العارفین'' (اُردو ترجمہ)، مطبوعہ المعارف گنج بخش روڈ، لاہور کے مقدمہ اور ''القول الجلی''، مطبوعہ لاہور کے مقدمہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

چند اعتراضات اوران کے جوابات

شاید کسی کے ذہن میں یہ اعتراضات پیدا ہوں کہ جناب ایصال ثواب تو اسے کیا جاتا ہے جو حاجت مند ہو، غوث پاک تو متقی پرہیز گار تھے، لہذا ان کو ایصال ثواب کرنے کا کیا مطلب؟ اور ایصال ثواب کے لئے کھانے اہتمام کیوں کیا جاتا ہے اور کھانا سامنے کیوں رکھا جاتا ہے؟ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا تو ثابت ہے لیکن قرآنی آیات پڑھنا کہاں سے ثابت ہے؟

جوابات

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کو ایصال ثواب کرنا آپ کی خدمت میں ہدیہ اور تحفہ کے طور پر ہوتا ہے، ایصال ثواب کرنے سے اللہ تعالیٰ آپ کے درجات مزید بلند فرماتا ہے، اہل سنت حضور غوث پاک سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے کہ تحائف دینے سے محبت بڑھتی ہے، حضور غوث پاک کو خصوصی ایصال ثواب اس لئے کیا جاتا ہے کہ آپ تمام سلاسل اولیاء اللہ کے سردار ہیں، باقی تمام اولیاء اللہ کو بھی ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔

کھانا کھلانا ثواب کا کام ہے، قرآن کریم میں بار بار خیرات وصدقہ کا ذکر آیا ہے، اس میں کوئی بُرائی نہیں، نفسِ خیرات کی مشروعیت قرآن سے ثابت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وممارزقنھم ینفقون ''اور ہمارے دیئے ہوئے رزق سے میری راہ خرچ کرتے ہیں، رہا یہ اعتراض کہ کہ کھانا سامنے کیوں رکھا جاتا ہے؟ تو یہ ایک عجیب ہے، کھانا سامنے رکھنے کی چیز ہے، پسِ پُشت اس کا رکھنا کسی صاحب کو ثابت ہوا ہو تو وہ اس کی مخالفت کر سکتے ہیں، اور کھانا سامنے رکھنا ضروری بھی نہیں ہے، سامنے نہ ہو تب بھی آپ اس کا ثواب پہنچا سکتے ہیں، کھانے پر بسم اللہ کے علاوہ قرآن پڑھنا درج ذیل حدیث سے ثابت ہے۔

واخرج ابوالحسن محمد بن احمد بن شمعون الواعظ فی امالیہ وابن نجار عن عائشة ان رجلاً اتی النبی صلی اللہ علیہ

وسلم فشکا الیہ ان ما فی بیتہ ممحوق من البرکۃ فقال این

انت من آیت الکرسی ماتلیت علی طعام ولا دام الا انما اللہ

برکۃ ذالک الطعام ولادام"۔

(تفسیر درمنثور، از امام جلال الدین سیوطی، طبع ایران جلد ا،ص ۳۲۳)

ترجمہ۔ ابوالحسن محمد بن احمد بن شمعون الواعظ نے امالی میں اور ابن نجار نے نقل کیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اس کے گھر میں بے برکتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تو آیت الکرسی سے غافل ہے، کیونکہ جس کھانے اور سالن پر آیت الکرسی پڑھی جائے، اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دیتا ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کھانے پر تلاوت قرآن سے کھانا بابرکت ہو جاتا ہے، حرام نہیں ہوتا، حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جس کھانے کا ثواب حضرت امامین رضی اللہ عنہم کو پہنچایا جائے اور اس پر فاتحہ وقل و درود پڑھا جائے وہ کھانا تبرک ہو جاتا ہے، اس کا کھانا بہت خوب ہے"۔

(فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید کمپنی، ادب منزل پاکستان چوک کراچی، ص ۱۶۷)

(سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو غوثِ اعظم کہنا)

شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''الانتباہ فی سلاسل اولیاء''
مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی کے صفحہ ۱۸ پر لکھا:

'' غوث الفرد الجامع محی الدین ابومحمد عبدالقادر جیلانی''

صفحہ ۱۹ پر لکھا: '' حضرت غوث''

صفحہ ۲۵ پر لکھا: '' غوث الثقلین''

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی دوسری تصنیف '' ھمعات'' (فارسی)،
مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ ۱۹۶۴ء کے صفحہ ۶۲ پر لکھا ہے:

''حضرت غوث الاعظم''

شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی علیہ الرحمہ کی تصنیف ''انفاس العارفین'' (فارسی)
مطبوعہ ملتان کے صفحہ ۲۴ لکھا ہے: ''حضرت غوث الاعظم''

صفحہ ۲۵ پر دومرتبہ ''حضرت غوث الاعظم'' لکھا ہے۔

صفحہ ۳۸ پر تین مرتبہ ''حضرت غوث الاعظم'' لکھا ہے۔

صفحہ ۴۳ پر ایک مرتبہ ''حضرت غوث الاعظم'' لکھا ہے۔

صفحہ ۸۷ پر دومرتبہ ''حضرت غوث الاعظم'' لکھا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے '' ملفوظات عزیزی''
مطبوعہ میرٹھ (یوپی، بھارت) کے صفحہ ۶۲ پر ''غوث الاعظم'' کے الفاظ لکھے ہیں۔

شاہ اسماعیل دہلوی کی کتاب ''صراط مستقیم'' (فارسی)، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ شیش محل
روڈ لاہور کے صفحہ ۱۳۲، ۱۴۷ پر ''غوث الاعظم'' اور صفحہ ۱۶۶ پر ''غوث الثقلین'' کے

الفاظ لکھے ہیں۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو غوث اعظم کہنے کی مخالفت کرنے والوں کے نزدیک حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ اور اُن کے خاندان کا بڑا مقام ہے، اس لئے ہم نے زیادہ تر اسی خاندان کے حوالے دیئے ہیں، جن باتوں کی بنا پر یہ یہ لوگ اہل سنت کو مشرک بدعتی کہتے ہیں وہی باتیں شاہ ولی اللہ اور اُن کے خاندان سے ثابت ہیں، مگر مجال ہے کہ ان لوگوں نے کبھی ولی اللہ خاندان کو مشرک بدعتی کہا ہو، کیا یہی انصاف ہے اور کیا یہی دین اسلام ہے؟

غیر صحابی کے لئے لفظ ''رضی اللہ عنہ'' کا استعمال

یہ بات عام طور پر مشہور ہے کہ ''رضی اللہ عنہ'' کے الفاظ کسی غیر صحابی کے لئے نہیں کہنے چاہئیں، کیونکہ یہ الفاظ صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص ہیں۔

عرض ہے کہ غیر صحابی کے لئے ''رضی اللہ عنہ'' کے الفاظ استعمال کرنا جائز ہیں، جیسا کہ فقہ کی مشہور کتاب ''درمختار مع شامی، جلد پنجم، ص ۴۸۰ پر ہے (ترجمہ) یعنی صحابہ کے لئے ''رضی اللہ عنہ'' کہنا مستحب ہے اور اس کا اُلٹ یعنی صحابہ کے لئے ''رحمۃ اللہ علیہ'' اور تابعین وغیرہ علماء و مشائخ کے لئے راجح مذہب پر ''رضی اللہ عنہ'' بھی جائز ہے، اسی طرح علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے ''نسیم الریاض شرح الشفاء قاضی عیاض'' جلد سوم، ص ۵۰۹ پر تحریر فرمایا ہے، (ترجمہ) یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ آئمہ وغیرہ علماء و مشائخ کو غفران و رضا سے یاد کیا جائے تو غفر اللہ تعالیٰ اور رضی اللہ تعالیٰ کہا جائے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اشعۃ اللمعات'' جلد چہارم، ص ۷۴۳ پر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ لکھا ہے، حالانکہ وہ صحابی نہیں، علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ شامی، جلد اوّل میں امام اعظم ابوحنیفہ کو چھ جگہ رضی اللہ عنہ لکھا ہے، امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر، جلد ہشتم، ص ۳۸۲ پر امام اعظم ابوحنیفہ کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے، حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' جلد اوّل، ص ۳ پر امام اعظم ابوحنیفہ اور امام شافعی کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے، مسلم شریف کے شارح امام محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مقدمہ شرح مسلم'' ص ۱۱ پر امام مسلم کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے، مشکوٰۃ شریف کے مصنف شیخ ولی الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ شریف کے مقدمہ، ص ۱۱ پر علامہ ابومحمد حسن بن مسعود فراء بغوی کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے، مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے بھی مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی کے لئے رضی اللہ عنہ لکھا، دیکھئے (تذکرۃ الرشید، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور، ص ۲۸)، غیر مقلدین نے بھی ''رضی اللہ عنہ'' کو غیر صحابی کے لئے کہنا جائز لکھا، دیکھئے (ہفت روزہ الاعتصام، لاہور، شمارہ ۱۱ ستمبر ۱۹۹۸ء، ص ۶)۔

قرآن کریم سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ صحابہ کرام کے ساتھ خاص نہیں، سورہ البینہ پارہ ۳۰ میں ہے یعنی ''رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈریں'' مفسرین نے اس آیت کے تحت لکھا ہے، جیسا کہ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں کہا کہ اس کی تفسیر دوسری آیات میں ہے کہ

اللہ کے بندے علماء ہی کو خشیت الٰہی حاصل ہوتی ہے، ''انما یخشی اللہ من عبادہ العلموا'' ثابت ہوا کہ ''رضی اللہ عنہ'' صرف باعمل علماء و مشائخ کے لئے ہے، مگر یہ الفاظ بڑے مؤقر ہیں، اس لئے بہت سے لوگ انہیں صحابہ کرام ہی کے لئے خاص سمجھتے ہیں، لہذا انہیں ہر ایک لئے استعمال نہ کیا جائے بلکہ انہیں بڑے بڑے علماء و مشائخ کے لئے ہی استعمال کیا جائے، جیسا کہ ہمارے بزرگوں نے کیا ہے۔